اسلام اور تقلید

قسط 2

سمیع اللہ شفیق عمری شیخوپوری

سنت کے معنی

سنت کا لغوی معنی طریقہ یا راستہ ہے خواہ اچھا ہو یا برا۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سن سنة حسنة فعمل بها بعده كان له اجره ومثل اجورهم من غير ان ينقص من اجورهم شيئا ومن سن سيئة فعمل بها بعده كان عليه وزره ومثل اوزارهم من غير ان ينقص من اوزارهم شيئا (رواہ ابن ماجہ)

مگر سنت کا شرعی معنی اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔ سنت کا لفظ اللہ نے اپنے لئے سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۷۷ میں استعمال کیا ہے۔ فرمایا:

سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحويلا٥

حدیث پاک میں بھی لفظ سنت استعمال ہوا ہے۔ جس سے سنت کے شرعی معنی ظاہر ہیں۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ فمن رغب عن سنتي فليس مني

(رواہ البخاری)

'' انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے طریقہ پر چلنے سے گریز کیا وہ مجھ سے نہیں''۔

دینی معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:

يا ايها الذين آمنوا أطيعوا الله ورسوله ولا تولوا وانتم تسمعون

'' اے لوگو! (اللہ پر، رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر) ایمان لائے ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور سننے کے بعد تم اس سے منہ نہ پھیرو''۔

کہیں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اطاعت اور محبت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

من يطع الرسول فقد أطاع الله۔ قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اطاعت رسول کا حکم دیا ہے۔

اسلام میں رائے سے فتویٰ دینا حرام ہے

اسلام میں ایسی رائے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو ایسی رائے سے فتویٰ دینا حرام ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ:

فان لم يستجيبوا لك فاعلم انما يتبعون اهواءهم ومن أضل ممن اتبع هوه بغير هدى من الله إن الله لا يهدى القوم الظلمين۔

'' اگر یہ تیری کوئی بات نہ مانیں تو سمجھ لے کہ یہ خواہش پرست ہیں جو بھی اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے پڑ جائے اس سے بڑھ کر گمراہ اور کوئی نہیں۔ اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

قارئین کرام! خیال کیجئے کہ اس آیت میں امر کی تقسیم دو چیزوں کی طرف کی ہے۔ تیسری کوئی چیز نہیں۔ یا تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننی اور وحی الٰہی کی پیروی یا پھر اتباع ھویٰ یعنی خواہش کی پیروی۔ پس جو کچھ قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ خواہش ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

ثم جعلنك على شريعة من الامر فاتبعها ولا تتبع اهوآء الذين لا يعلمون۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے دو صورتوں کو بیان کیا۔

☆ شریعت الٰہی پر عمل اور حکم کرنا

☆ بےعلموں کی خواہشوں کی تابعداری کرنا

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیات ۵۹-۶۰-۶۱ میں بھی ایمان والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے آیت نمبر ۵۹ میں لفظ ''اطیعوا'' جس طرح اپنے لئے استعمال کیا ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی استعمال کیا ہے۔ اس کے ساتھ قید نہیں رکھی کہ

جب فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی کے مطابق ہو بلکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مستقل واجب کی۔ جیسے خود اپنے حکام کی۔ خلاصہ یہ کہ جو صاحب امر لوگ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کریں ان کی بات مان لی جائے جو فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حکم نہ کرے اس کا ماننا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا طاعة المخلوق فی معصية الخالق (شرح السنۃ)

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کا حکم ماننا جائز نہیں۔ ہاں مخلوق کا حکم صرف معروف کی صورت میں مانا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لا طاعة فی معصية إنما الطاعة فی معروف (مشکوۃ کتاب الامارۃ)

اولی الامر کی نسبت صاف فرمان ہے کہ ان میں سے جو بھی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا حکم دے تو نہ سننا ہے نہ ماننا۔ اولی الامر کے معنی اس واقعہ سے خوب سمجھ لو کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک لشکر کے امام (امیر) نے حکم دیا کہ لوگو آگ میں کود جاؤ۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے کود جانے کا ارادہ کیا۔ ان کا ذہن یہ تھا کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر مقرر کیا ہے لہٰذا اس کی فرمانبرداری ضروری ہے' لیکن اس کے مقابلے میں دوسرے صحابہ رضوان اللہ اجمعین جنہوں نے انکار کیا تھا ان کا ذہن یہ تھا کہ ہم اس آگ سے بچنے کیلئے تو اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر اب بھی آگ میں جانا ہے تو اسلام قبول کرنے کا کیا فائدہ۔ جب اس واقعہ کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ آگ میں کود پڑتے تو ہمیشہ آگ ہی میں رہتے۔ باوجودیکہ ان کا آگ میں کودنا امام کے حکم کے مطابق اور اولی الامر کے فرمان کے مطابق تھا۔ جس کی بجا آوری وہ واجب جانتے تھے۔ لیکن چونکہ ان لوگوں نے اللہ کی نافرمانی پر صرف اولی الامر کے حکم پر تیار ہو گئے اور اطاعت کے حکم کو عام رکھا اور اس میں وہ بھی داخل کر لیا جو شارع علیہ السلام کی منشاء میں نہ تھا۔ بلکہ دین میں اس کے خلاف تھا باوجود اس کے انہوں نے اعلیٰ کوشش سمجھنے کی نہ کی اور اپنے تئیں ہلاک کرنے اور اپنی جانوں پر عذاب کرنے کی ٹھان لی بغیر ثبوت اور دلیل کے۔ کہ یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے کہ نہیں؟ مگر آج ان لوگوں کے بارے میں تصور کریں اور ان کی سزاؤں کے بارے میں جنہوں نے احکام الٰہی و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح خلاف ورزی کی۔ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ہر اختلاف و تنازع کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر وہ سچے ایماندار ہیں تو انہیں یہی کرنا چاہئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دین میں چھوٹے بڑے مسائل موجود ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو ان کی طرف اختلاف کے لوٹانے کا کیا فائدہ؟ **شیء** کا لفظ نکرہ بھی اس بات کی تائید کر رہا ہے کہ دین کے معاملے میں ہر مسئلہ کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانا چاہئے۔ اس آیت میں اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد کتاب اللہ کی طرف لوٹانا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلانے سے مراد حیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی طرف جبکہ وفات کے بعد سنت (حدیث) کی طرف۔ اس کے بعد آیت نمبر ۶۰ میں اس بات کی خبر دی کہ جو شخص سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حدیث) اور احکام الٰہی کے سوا اور طرف اپنے تنازع اور اختلاف لے جائے اس نے طاغوت کو اپنا حاکم ٹھہرایا۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی جائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا جس کی پیروی اور اطاعت کی جائے اور شرعی کاموں میں حد سے تجاوز کیا جائے اس کا نام طاغوت ہے۔ اپنے جھگڑوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے پاس لے جانے والے طاغوت پرست ہیں۔ قرآن پاک نے ایسے لوگوں کے متعلق واضح بیان کر دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی کہ:

فلا وربک لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فی أنفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیرے رب کی قسم لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ اپنے (تمام) باہمی اختلاف میں تم کو حاکم نہ مان لیں پھر جو بھی فیصلہ تم کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کریں۔ (سورۃ النساء۔ ۶۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا کہ وہ مومن ہی نہیں جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو نہ مانا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اپنے کسی مولوی' امام' محدث' دانا' حاکم یا اپنے بڑوں کی بات کو ترجیح دی۔ یاد رکھو! اسے آدمی نے گویا کہ ان کو اپنا رب تسلیم کیا۔

اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں

اور درویشوں کو رب بنا لیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے (یہود و نصاریٰ) عالم اگر کسی چیز کو حرام قرار دیتے یا حلال تو وہ ان کی باتوں کو مان کر اس پر عمل کرتے۔ لوگو! سن لو اللہ تعالیٰ پر کوئی بات بنا لینا اور فتوؤں اور فیصلوں میں بغیر علم کے زبان کھولنا یہ تمام حرام کاموں سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

قل انما حرم ربی الفواحش ماظهر وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشركوا بالله مالم ينزل به سلطانا وأن تقولوا علی الله مالا تعلمون۔

کہہ دیجئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہ میرے رب نے تو تمام برائیوں اور بدیوں کو بالکل حرام ہی کر دیا ہے۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ اور ظلم کو حرام کیا ہے اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کو جس کی کوئی آسمانی دلیل نہیں اور اللہ نے حرام کیا ہے اور اس بات کو بھی جس کا تمہیں علم نہیں وہ بات اللہ کے ذمہ کہو۔

یاد رکھو! کہ دین کسی امام، فقیہہ، مولوی، خطیب، محدث وغیرہ کے قول، فعل کا تابع نہیں بلکہ یہ دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کسی شخص کی یہ جرأت نہیں کہ وہ اس دین میں اپنی مرضی سے کچھ داخل کر سکے یا نکال سکے۔

مگر افسوس کہ آج ہم نے دین میں اپنے بڑوں کو ترجیح دی۔ یہی وجہ ہے امت محمدی میں پھوٹ پیدا ہو گئی۔ صد افسوس کہ آج جو جھوٹا ہے وہ بھی اپنے آپ کو دین کا علمبردار سمجھتا ہے اور جو سچا ہے وہ تو دین کا علمبردار ہے۔ کوئی امام ابوحنیفہ کی بات کو کوئی امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور مالک کی بات کو دین کے معاملے میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں ترجیح دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں ترجیح دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ یہ سب معاملہ کیا ہے؟ آج عوام الناس یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہر کوئی اپنے آپ کو سچا کہتا ہے۔ بتائیے ہم کدھر جائیں؟ کس کی مانیں اور کس کی چھوڑیں؟ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ اس کا آسان قاعدہ ہے کہ جو قرآن و حدیث کے مطابق عمل کرے وہ سچا اہل سنت والجماعت ہے مگر جو قرآن و حدیث کے خلاف عمل کرے وہ اہل بدعت ہیں۔ اسی طرح جو آدمی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ہر چیز پر مقدم کرے۔ حتیٰ کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان بھی قربان کر دے وہ سچا اہل سنت والجماعت ہے۔ وہی اہل حدیث ہے مگر جو آدمی اپنے امام، پیر اور مولوی کی بات کو ترجیح دے وہ مقلد تو ہے مگر اہل سنت واہلحدیث نہیں۔ آیئے اب اس بات پر دلائل کی رو سے دیکھیں۔ کتاب کا نام الملل والنحل مصری۔

قيل ومن السنة والجماعة قال النبی ﷺ ما انا عليه اليوم واصحابی

''صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل سنتُ والجماعت کون ہیں؟ فرمایا وہ ہیں جو اس چیز پر جس پر آج میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

المتمسكون بما سنة الله لهم ورسوله وان قلوا (کنز العمال برحاشیہ مسند احمد)

اہل سنت وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں۔ پھر اسی کتاب میں ہے کہ:

ان الناس كانوا فی حياة النبی ﷺ اهل سنة

''بے شک لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اہلسنت تھے''۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

الفرقة الناجية هم الاخذون فی العقيدة والعمل جميعا بما ظهر من الكتاب والسنة وجری عليه جمهور الصحابة والتابعين۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

عن ابی هريرة ان الرسول الله ﷺ قال كل امتی يدخلون الجنة الامن ابی قيل من ابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی (البخاری)

لہٰذا معلوم ہوا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر چلے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کسی دوسرے کی بات کو ترجیح نہیں دے گا وہ اصل میں اہل سنت والجماعت وہی اہلحدیث ہے اور وہی نجات پانے والا ہے۔ باقی محض دعوے دار ہیں۔ یاد رکھو! زبان سے کوئی کتنے ہی دعوے کر لے کہ مجھے محبت رسول رکھتا ہوں۔ جب تک وہ عملی طور پر کر کے نہ دکھائے۔ اللہ تعالیٰ بھی قول کے ساتھ عمل کو نجات کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

الاالذين امنوا وعملو الصلحت (العصر)

(جاری ہے)